www.KitaboSunnat.com

محسن علی ☆

علم الفواصل ...... توقیفی یا اجتہادی؟

مقالہ نگار جناب محسن علی نے چند سال قبل شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب سے علوم اسلامیہ میں پروفیسر محمدعبداللہ کی زیرنگرانی ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف کے مقالہ کا عنوان تھا 'علم الفواصل اور تفسیر و معنی پر اس کے اثرات'۔ زیرنظر مضمون اسی مقالہ کی ایک فصل کا انتخاب ہے جو کہ موضوع کی افادیت کے پیش نظر رُشد کے صفحات میں شامل کیا جا رہا ہے۔ [ادارہ]

جس طرح حق تعالیٰ نے قرآن مجید کے سمجھنے، سمجھانے اور یاد کرنے میں آسانی عطا فرمانے کی غرض سے اپنی اس کتاب کو تھوڑا تھوڑا کرکے اور سبع احرف پر نازل کیا۔ اسی آسانی کے لیے اس کو ۱۱۴ سورتوں پر تقسیم فرمایا۔ جن میں کچھ بڑی ہیں، کچھ درمیانی اور کچھ انتہائی چھوٹی حتیٰ کہ تین آیات کی۔ پھر ان سورتوں کو آیتوں پر تقسیم فرمایا اور ان کے چھوٹے چھوٹے حصے بنا دیے۔ اسی طرح رسول اللہﷺ نے اور زیادہ آسانی پیدا کرنے کے لیے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رُوبرو قرآن مجید کی آیتیں بھی شمار کیں۔ اس کو سیکھنے، سکھانے اور یاد کرنے میں مزید آسانی پیدا کرنے کی غرض سے پانچ پانچ اور دس دس آیتوں کے شمار کی تعلیم فرمائی۔ اس بارے میں صحیح احادیث اور آثار بھی وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عطاء بن سائب ابی عبدالرحمٰن اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم قرآن کی دس آیات پڑھنے کے بعد اس وقت تک آپﷺ سے اگلی دس آیات نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ اس کے حلال وحرام اور اَمرو نہی سے آگاہی حاصل نہ کرلیتے۔ [مسند احمد:۲۲۳۸۴]

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت اُبی بن کعبؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ ہم کو دس دس آیتیں پڑھاتے تھے پھر جب تک ہمیں ان دس آیتوں کے احکام نہیں سکھا دیتے تھے اس وقت تک دوسری دہائی شروع نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے ان کا کہنا ہے کہ:

”تعلمنا القرآن والعمل جمیعاً“ [البیان فی عدآی القرآن:۳۳]

'یعنی ہم نے قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے احکامات کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔'

ان سب وسعتوں کے مہیا کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اولاً صحابہؓ کو اور پھر ان کے ذریعے پوری اُمت کو قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرنے میں آسانی نصیب ہوجائے۔ پھر صحابہؓ نے اس کو تابعینؒ تک اسی طرح پہنچایا جس طرح نبی کریمﷺ سے سنا تھا۔ جس طرح صحابہؓ عمر بھر کلام الٰہی کے الفاظ اور اس کے حروف کے نقل کرنے میں مشغول رہے، اسی طرح اس کی آیات کے شمار کی بھی حفاظت کرتے رہے۔ پھر تابعینؒ نے صحابہؓ سے اَلفاظ اور آیات کے شمار کی تعلیم حاصل کی۔ ان سے آگے یہ تعلیم آئمہ شمار

☆ ایم فل علومِ اسلامیہ، شیخ زاید سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے پھر ہم تک پہنچ گئی۔ ذیل میں آیات کے شمار سے متعلق اَحادیث اور اَقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نقل کیے جاتے ہیں جن سے ہمیں یہ پتہ چلے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا کس قدر شوق تھا۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات کی تعیین کی بھی تعلیم حاصل کی۔

شمار کے بارے میں اَحادیث ِنبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ آیتوں سے سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔ یعنی کم از کم ساٹھ اور زیادہ سے سو آیات کی تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں فاتحہ کے بعد تلاوت فرماتے تھے۔
[صحیح بخاری، :۵۴۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

’’جس نے ایک رات میں بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں اسے وہ دونوں کافی ہو جائیں گی۔‘‘
[صحیح بخاری، ۵۰۰۹]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت یعنی فاتحہ کی تلاوت فرما رہے تھے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ’بسم الله الرحمن الرحيم۔ العٰلمين۔ الرحيم۔ يوم الدين۔ نستعين۔‘ پانچوں میں سے ہر ایک پر ایک ایک انگلی بند کرتے رہے اور نستعین پر پہنچ کر پانچ انگلیاں بند کرلیں۔ پھر المستقيم پر ایک انگلی کھڑی کی جس میں اِشارہ تھا کہ یہاں چھ آیتیں ہوگئیں، پھر سورت کے آخر پر ایک انگلی اور اٹھالی جس کے معنی یہ تھے کہ سات آیتیں ہوگئیں۔ [البیان فی عدآی القرآن:۶۳]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں حفظ کرلیں پھر اس کو دجال نے گھیر لیا تو وہ اُسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کو دجال کے فتنے سے بچالیا جائے گا۔‘‘ [صحیح مسلم:۱۸۸۳]

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ دجال کے دجالی فتنے سے اس کو بچائیں گے اور اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تیس (۳۰) آیتوں نے اللہ کی جناب میں ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کو جنت میں پہنچا دیا اور وہ سورۃ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ [الملك:۱] ہے۔‘‘ [جامع الترمذی:۲۸۹۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’’جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت سماعت فرمائی قیامت کے روز وہ آیت اس کے لیے نور ہوگی۔‘‘
[البیان فی عدآی القرآن:۲۳]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسم اعظم (یعنی اللہ کا بڑا نام) ان دو آیات میں ہے۔ ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وّٰحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرۃ:۲/۱۶۳] اور ﴿ الٓمّٓ ٥ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ [آل عمران:۳/۱،۲، البیان فی عدآی القرآن:۲۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ایک رات میں پانچ سو سے لے کر ایک ہزار آیات تک تلاوت کیں تو اس کے لیے دو قنطار اجر ہے۔ قنطار کے قیراط کی مثال بڑے پہاڑ کی سی ہے۔'' [ایضاً:۲۸]

حضرت ابوعبدالرحمٰن کا کہنا ہے کہ جن حضرات نے ہمیں قرآن مجید پڑھایا وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان معلّمین نے ہمیں یہ بات بھی بتلائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دس دس آیتیں پڑھاتے تھے پھر جب تک ہمیں ان دس آیتوں کے احکام نہیں سکھا دیتے تھے اُس وقت تک دوسری دہائی شروع نہیں کراتے تھے۔ اسی لیے یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں ''تعلمنا القرآن و العمل جمیعاً'' یعنی ہم نے قرآن کے الفاظ اور اس کے احکام دونوں چیزیں سیکھی ہیں۔ [البیان فی عدآی القرآن:۳۳]

اس روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آیات کی تلاوت کے ساتھ ساتھ احکام کی تعلیم فرمانا اور آیات کے شمار کا پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے ایک وقت میں دس آیات کی تلاوت فرماتے اور پھر اگلی دس آیات کی تلاوت اس وقت تک نہ فرماتے جب تک کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پہلی دس آیات کے احکام کو سیکھ نہ لیتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب گھر لوٹ کر آئے تو تین حاملہ اونٹنیاں پائے جو نہایت فربہ ہوں بڑی بڑی۔ ہم نے کہا بے شک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس تین آیتیں کہ ان کو آدمی نماز میں پڑھتا ہے بہتر ہیں اس کے لیے تین اونٹنیوں سے جو بڑی اور موٹی ہوں۔'' [صحیح مسلم:۱۸۷۲]

شمار آیات کے بارے میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آثار و اَحادیث آئی ہیں۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتحہ کی آیات کا، سورۃُ الملک کی آیات کا شمار بتانا اور سورت کے اوّل یا آخر میں سے کسی خاص مقام کی آیتوں کے مخصوص شمار پر ثواب کی تعیین فرمانا لغو اور بے فائدہ نہیں تھا بلکہ اس لیے تھا کہ لوگوں کو آیات کا شمار معلوم کرنے کی طرف متوجہ فرمائیں تا کہ ان کو مخصوص آیات کی تلاوت کا ثواب میسر آئے۔ ان سب اَحادیث سے فواصل کی تعلیم اور اس کے حفظ کی طرف توجہ کرنا معلوم ہوتا ہے، نیز یہ کہ فواصل کا شمار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہونا پتہ چلتا ہے جو کہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ فواصل کی تعیین توقیفی ہے نہ کہ قیاسی۔

شمار آیات سے متعلق اَقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر علوم قرآنیہ حاصل کیے اسی طرح آیات کا شمار بھی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا جیسا کہ اُوپر گزر چکا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دس آیات کی قراءت کے ساتھ ساتھ اس کے احکامات بھی سکھاتے اور پھر جب تک ہم ان دس آیات کو سیکھ نہ لیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلی دس آیات کی قراءت نہ فرماتے۔

[مسند احمد:۲۲۳۸۴]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شمار کی تعلیم تو سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی لیکن شمار آیات میں مشہور ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہوئے۔ یہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی نفلی نمازوں میں بھی اپنی انگلیوں کے پوروں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کا شمار کیا کرتے تھے تاکہ ان کے ذریعے اجر موعود کو پاسکیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نفلی نماز میں قرآن کی آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔ [البیان فی عدآی القران:۴۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔ [محولہ بالا]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔[ایضاً:۴۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت قاسم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں آیات کا شمار کیا کرتی تھیں۔ [البیان فی عدآی القرآن:۴۲]

مندرجہ بالا تمام روایات جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نماز میں آیات کے شمار سے متعلق آئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں آیات کے شمار پر ابھارنا تھا۔ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آیات کے شمار کا نماز میں اس قدر اہتمام فرماتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نماز کے باہر اس کی تعلیم وتلقین کا اہتمام نہ فرماتے ہوں۔نماز کے علاوہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آیات کو شمار کرنا ذیل کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کی آیات کا شمار بھی کیا تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ایک تلاوت کا اور دوسرا شمار کرنے کا۔[شرح المخللاتی:۹۵]

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات کا شمار دیکھ کر اپنے بعد آنے والوں یعنی تابعین رحمہم اللہ کو اس کی تعلیم دی اور اس کو شمار کرنے پر ابھارا۔

اَقوال تابعین رحمہم اللہ

تابعین میں سے چوبیس لوگوں کے نام تقریباً ہمارے سامنے آتے ہیں جو آیات کے شمار میں مشہور ہیں ان اَئمہ کی نسبت مدینہ، کوفہ، مکہ، بصرہ اور شام کی طرف کی جاتی ہے۔

اہل مدینہ میں

عروہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، نافع بن جبیر بن مطعم اور یزید بن رومان رحمہم اللہ۔[البیان فی عدآی القرآن:۴۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل کوفہ میں

ابوعبدالرحمٰن السلمی، زر بن حبیش، سعید بن جبیر، شعبی، یسیر بن عمرو، ابراہیم النخعی، یحییٰ بن وثاب، خثیمہ بن عبدالرحمٰن اور عاصم بن ابی النجود رحمہم اللہ۔ [البیان فی عدآی القرآن: ۴۳]

اہل مکہ میں

عطاء بن ابی رباح، طاؤس، ابن ابی ملیکۃ اور مغیرہ بن حکیم یمانی رحمہم اللہ۔ [ایضاً]

اہل بصرہ میں

حسن، ابن سیرین، مالک بن دینار، ثابت البنانی، ابومجلز اور حبیب بن الشہید رحمہم اللہ۔ [ایضاً]

اہل شام میں

کعب الاحبار رحمہ اللہ۔ [محولہ بالا]

ان تمام شہروں کے کل آئمہ جو اُوپر بیان کیے گئے ہیں چوبیں (۲۴) ہیں۔ جن میں سے چار مدینہ کے، نو کوفہ کے، چار مکہ کے، چھ بصرہ کے اور ایک شام کا۔ ان سب آئمہ سے آیات کا شمار نماز میں اور نماز کے باہر ثابت ہے۔

شعبی کی روایت میں ہے کہ فرض نمازوں میں آیات کے گننے میں کوئی حرج نہیں۔ [ایضاً: ۴۷]

اسی طرح کی روایات باقی آئمہ سے بھی مروی ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

عبدالرحمٰن بن عیسیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن سے جو بھی قرآن کریم پڑھتا وہ اس کو قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آیات کے شمار کی بھی تعلیم دیتے۔ [ایضاً: ۴۸]

امام عاصم رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی قرآن کی تلاوت کرتا تو وہ اپنی انگلیوں پر تلاوت کرنے والے کی آیات کا شمار کرتے۔ [ایضاً]

خالد الخذاء ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔ [ایضاً: ٦٦]

شمار آیات کی تعلیم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر اپنے مابعد آنے والوں یعنی تابعین رحمہم اللہ کو سکھائی اور ان سے آگے پھر شمار آیات کی یہ تعلیم ائمہ سبعہ اور امام دانی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق آئمہ ستہ تک پہنچی جو مندرجہ ذیل ہیں:

① مدنی اوّل ② مدنی اخیر ③ مکی ④ کوفی ⑤ بصری ⑥ شامی۔ [ایضاً: ٦٧]

یہ شمار و تعیین اس طرح روشن وظاہر ہیں جس طرح صبح صادق کی روشنی واضح اور ظاہر ہوتی ہے۔ نیز جس طرح صبح کی روشنی سے رات کی اندھیری ختم اور ناپید ہوجاتی ہے اسی طرح یہ روایتیں بھی آیات کے شمار اور ان کی تعیین کے بارے میں تمام شکوک وشبہات کو بالکل رفع کر دیتی ہیں۔

مذکورہ بالا تمام آثار و روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علم (علم الفواصل) توقیفی ہے۔ لیکن اگر یہ علم توقیفی ہے تو پھر آئمہ شمار میں آیات کے شمار کے بارے میں اختلاف کیوں ہے؟ اس بناء پر ائمہ کرام کے دو مؤقف سامنے آتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① جو تمام آیاتِ قرآنیہ کے رءوس کی تعیین کو توقیفی قرار دیتے ہیں اور اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ قاری فتح محمد لکھتے ہیں:

’’تمام شمار توقیفی ہیں جو نبی کریمﷺ کے بتانے سے معلوم ہوئے ہیں اور اجتہادی نہیں ہیں جن میں قیاس اور رائے کا دخل ہو۔‘‘ [کاشف العسر:۵۷]

② جو اکثر آیات کے رءوس کی تعیین کے توقیفی ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن رءوس آیات کے تعیین کے ایک قلیل حصہ کے قیاسی/اجتہادی ہونے کے قائل ہیں۔ یہی مؤقف امام دانی رحمہ اللہ، ابن عبدالکافی رحمہ اللہ اور علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہی مؤقف مقالہ نگار کے نزدیک زیادہ راجح ہے۔ ذیل میں قائلین توقیفی اور قیاسی دونوں کے مؤقف بیان کیے جاتے ہیں۔

فواصل کا توقیفی ہونا

توقیفی کسے کہتے ہیں اس سے متعلق علامہ جعبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”أما التوقيفي فما ثبت أنه النبي ﷺ وقف عليه دائماً تحققنا أنه فاصلة، وما وصله دائماً تحققنا أنه ليس بفاصلة .“[حديقة الزهر في عد آي السور (مخطوطة):۲۲۸]

’’جس کلمہ پر رسول اللہﷺ کا دائماً وقف کرنا ثابت ہے ہم اس کے فاصلہ ہونے کا یقین کریں گے اور جہاں آنحضرتﷺ نے ہمیشہ وصل کیا ہے اس کی نسبت ہم یہ سمجھیں گے کہ وہ فاصل نہیں ہے۔‘‘

قائلین توقیفی کے دلائل

ائمہ کا وہ گروہ جن کا کہنا ہے کہ فواصل کا کلی علم توقیفی ہے اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں۔ وہ اس کے مندرجہ ذیل دلائل بیان کرتے ہیں:

① قرآن مجید میں ایسے کلمات بھی آئے ہیں جو اپنی ظاہری شکل اور اپنے وزن میں ان کلمات سے ملتے جلتے ہیں جن پر سب نے آیت شمار کی ہے۔ لیکن یہ کلمات اجماعاً متروک ہیں اور ان پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔ پس اگر آیات کے مقرر کرنے میں اجتہاد اور رائے وعقل کا ذرا بھی دخل ہوتا تو یہ کلمات آیات میں سے خارج نہ ہوتے۔ کیونکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ جتنے کلمات بھی آیات کے ہم شکل ہیں ان سب پر آیت شمار کی جاتی حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ پس ہم شکل ہونے کے باوجود ان پر آیت نہ ہونا صاف بتا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں بلکہ نبی کریمﷺ کے بتانے سے کی گئی ہے۔ کیونکہ عقل تو یہ بتاتی ہے کہ ہم شکل کلمات کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ یا تو سب پر آیت ہو یا کسی پر بھی نہ ہو۔ [ماخوذ از کاشف العسر:۶۴]

قاری رحیم بخش لکھتے ہیں:

’’رؤوس آیات کے توقیفی ہونے کی بہت سی دلیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن پاک میں بہت سے کلمات ایسے ہیں جو وزن اور شکل کے اعتبار سے آیتوں کے مشابہ ہیں (اس کو شبه الفاصلة کہتے ہیں) حالانکہ اماموں نے ان کو رؤوس آیات میں شمار نہیں کیا نیز ایسے کلمات بھی کافی آئے ہیں جو آیات کے سروں کے ہم شکل نہیں ہیں (اس کو شبه الوسط کہتے ہیں) جیسے ﴿ألا تعالوا﴾ لیکن ان کے شمار کرنے پر اجماع ہے اور ان پر سب ہی نے آیت شمار کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔'' [ہدایات الرحیم:۳]

④ بعض جگہ ایسے کلمات پر بھی آیت شمار کی گئی ہے جن پر کلام اور جملہ پورا نہیں ہوتا یا ان کلمات کا بعد والے کلمات سے قوی درجہ کا تعلق ہوتا ہے۔ اس صورت میں عقل اور اجتہاد کا تقاضا یہی تھا کہ ان پر آیت شمار نہ کی جاتی کیونکہ ظاہر کی رو سے آیت کلام کے ایک حصہ کا نام ہے اور کسی حصہ کا کامل ہونا اس پر موقوف ہے کہ وہ اپنا مطلب بتانے میں بعد والے کلام سے بالکل بے نیاز ہو اور اس کا محتاج نہ ہو۔ ﴿أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهٰى﴾ [العلق:۹۶/۹]، ﴿فَأَمَّا مَنْ طَغٰى﴾ [النازعات:۷۹/۳۷] ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى﴾ [اللیل:۹۳/۱۷] مذکورہ بالا کلمات ایسے نہیں، کیونکہ جب جملہ پورا نہیں یا بعد والے کلمہ کا پہلے کلمہ سے تعلق ہے تو یہ بات واضح ہے کہ یہ کلمات بعد والے کلمات سے بے نیاز ہیں۔ پس جملہ کے کامل نہ ہونے یا بعد والے الفاظ سے قوی تعلق ہونے کے باوجود ان کلمات پر آیت شمار کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے بتانے سے مقرر ہوئی ہے۔ [بشیر الیسر:۲۴؛ مرشد الخلان:۱۸]

قاری فتح محمد رقم طراز ہیں:

''ایسے کلمات بھی کافی ہیں جو آیات کے سروں کے ہم شکل نہیں لیکن ان کے شمار کرنے پر اجماع ہے۔''

[کاشف العُسر:۱۳۹]

③ دکتور وھبہ الزحیلي لکھتے ہیں:

”ولا سبيل لمعرفة أول الآية وآخرها إلا بالتوقيف الشارع فلا مجال فيها للقياس والرأى، بدليل أن العلماء عدوا ﴿المص﴾ آية، ولم يعدوا نظيرها وهو ﴿المر﴾ آية“

[الموسوعة القرآنية الميسرة: ٦٢٣٦]

''آیت کے اوّل و آخر کو شارع کے وقف کے علاوہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں اور نہ ہی اس میں قیاس اور رائے کا کوئی عمل دخل ہے، اس کی دلیل علماء کا 'المص' پر آیت شمار کرنا اور 'المر' پر آیت کا شمار نہ کرنا ہے۔''

عبدالفتاح قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حروف مقطعات جو قرآن مجید کی انیس سورتوں کے شروع میں آرہے ہیں ان پر صرف کوفی نے آیت شمار کی لیکن ان میں سے تین حروف کو مستثنیٰ کر دیا ہے اور ان پر آیت شمار نہیں کی ہے۔

❶ وہ جن کے آخر میں راء ہے۔ مثلاً 'الر ، المر'

❷ 'طٰسٓ' جو نمل کے شروع میں ہے۔

❸ مقطعات کے وہ حروف جو اکیلے آرہے ہیں۔ مثلاً 'ص، ن، ق' وغیرہ۔ سورۃ شوریٰ کے 'ق' پر حمصی اور کوفی دونوں کے لیے آیت ہے جبکہ باقی مقطعات کو کوفی نے لیا ہے۔ ان کو حمصی نے نہیں لیا۔ باقی پانچوں امام مدنی اوّل و آخر، مکی، دمشقی اور بصری ان حضرات نے مقطعات کے کسی حرف پر بھی آیت شمار نہیں کی۔ علماء کے ہاں یہ تفریق اور جدائی آیات کے توقیفی ہونے کی دلیل ہے۔ [بشیر الیسر:۲۴]

④ اگر آیات اور ان کے شمار توقیفی نہ ہوتے بلکہ عقل و رائے سے مقرر کیے جاتے تو کوئی آیت بھی ایسی نہ ہوتی جو صرف ایک کلمہ والی ہو کیونکہ ایک کلمہ سے کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ صرف ایک کلمہ والی آیتیں بڑی سورتوں میں بھی آئی ہیں جیسے دو مقطعات جن پر آیات شمار کی گئی ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹی سورتوں میں بھی موجود ہے۔ جیسے 'والطور، والفجر، والضحٰی، والعصر' یہ بات نبی ﷺ کے بتانے اور آپ ﷺ سے سننے ہی پر منحصر ہے۔[کاشف العسر:٦٩]

نیز یہ کہ پورے قرآن میں کوئی آیت بھی ایسی نہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہو نہ بڑی سورتوں میں اور نہ چھوٹی سورتوں میں لیکن صرف ذیل کی تین صورتوں میں ایسی آیات ہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہیں۔

❶ مقطعات میں اور وہ بیس (٢٠) ہیں۔

❷ ان الفاظ میں جن سے قسم کھاتے ہیں جبکہ وہ دوسری آیتوں کے ہم شکل بھی ہوں۔ ان میں سے چار پر آیت شمار کی ہے۔

❸ قسموں کے سوا دوسرے الفاظ میں سے اور یہ پانچ ہیں۔

اس طرح ایک کلمہ والی کل آیات انتیس (٢٩) ہیں ان میں اکثر کو کوفی نے شمار کیا ہے اور بعض میں دوسرے امام بھی شریک ہوگئے ہیں۔[ایضاً:١٠١]

⑤ بڑی سورتوں میں چھوٹی آیتیں بھی آئی ہیں۔

⑥ چھوٹی سورتوں میں بڑی آیتیں بھی موجود ہیں۔[ایضاً:١٣٩]

⑦ آیات کے آخری سرے نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سلف آیات کے آخری کلمات پر دو نقطے لگاتے تھے اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس کلمہ کے آخری حرف پر آیت ختم ہوگئی ہے۔ اسی طرح نقطوں کا ترک اس بات کی علامت تھی کہ اس کلمہ کے آخری حرف پر آیت کا سرا نہیں ہے۔ اس کی توضیح کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل کافی وافی ہے کہ ان حضرات نے انفال وقتال یعنی براءۃ کے درمیان 'بسم اللہ' نہیں لکھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی نبی کریم ﷺ اس کے شروع میں 'بسم اللہ' لکھنے کا حکم فرما دیتے تھے جبکہ سورۂ براءۃ کے شروع کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی ﷺ کا کوئی بیان نہیں ملا۔ پس جب ان کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اس سورۃ کے اوّل میں 'بسم اللہ' لکھنے کا حکم فرمایا ہے یا نہیں تو اس بارے میں توقف اختیار کرلیا اور 'بسم اللہ' کو ترک کردیا۔

پس اگر آیات کا ثبوت اجتہاد سے ہوتا تو ان کو براءۃ کے شروع میں ضرورت پیش نہ آتی اور 'بسم اللہ' کو لکھ دیتے نیز وہ حضرات قرآنوں کے مجرد (نقطوں اور حرکتوں تک سے خالی) رکھنے کا پورا اہتمام فرماتے تھے اس کے باوجود بھی آیتوں کے شمار کے لیے ان کے اخیر میں نقطے لگاتے تھے۔ پس یہ عمل واضح دلیل ہے اس پر کہ آیات توقیفی ہیں اور ان میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نیز آیات کے درمیان کے ان نقطوں میں اماموں کا اختلاف کرنا آیات کے توقیفی ہونے کی یقینی دلیل ہے۔[ماخوذ از لوامع البدر:٩٠،٩١]

⑧ امام عاصم رحمہ اللہ نے اپنے شیخ امام زر بن حبیش کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی نقل کیا ہے کہ ایک بار ہمارا ایک سورت کی آیات میں اختلاف ہوگیا سو بعض نے کہا کہ تیس (٣٠) آیتیں ہیں اور بعض اس طرح گویا ہوئے کہ نہیں بتیس (٣٢) ہیں۔ سو ہم حضور ﷺ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور ”فداہ أبي و أمي“ کا مبارک رنگ متغیر ہوگیا (یعنی ناراضگی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ ثار پیدا ہوئے) آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آہستہ سے کچھ بات فرمائی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا کہ حضور ﷺ اَمر فرما رہے ہیں کہ قرآن مجید کو اسی طرح پڑھو، جس طرح تمہیں سکھایا گیا ہے (یعنی جو جو عدد آیات کا جس جس کو بتایا گیا ہے وہ اسی اسی طرح عدد پر قائم رہے)۔

پس اس روایت سے جہاں آیات کا توقیفی ہونا اور ان کا شمار معلوم ہوا وہاں یہ بھی بخوبی واضح ہوگیا کہ بعض مواقع ایسے ہیں کہ وہاں بعض نے آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی کیونکہ یہ اختلاف اگر صحیح نہ ہوتا اور یہ تعداد آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی نہ ہوتیں تو آپ ﷺ کسی ایک عدد کو ساقط فرما کر اختلاف کو رفع فرما دیتے۔ [ہدایات رحیم:۲]

شمار میں اِختلاف کی وجہ

قائلین توقیف آئمہ شمار میں اختلاف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''شمار کے اماموں کے اختلاف سے اس میں شبہ ہوتا ہے کہ اختلاف اجتہاد کی علامت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شمار میں جو اختلاف ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ قراءۃ کی وجوہ میں اختلاف ہے۔'' [کاشف العسر:۱۳۹]

فواصل کا قیاسی ہونا

جس آیت پر آپ ﷺ نے ایک بار وقف کیا اور دوسری مرتبہ اس پر وصل فرمایا تو اس چیز میں یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کا وقف کرنا فاصلہ کی تعریف کے لیے تھا یا وقف تام کی تعریف کے واسطے یا یہ بات بتانے کے لیے کہ اس جگہ استراحت (آرام لینا) مقصود ہے اور اس کے بعد وصل کرنا۔ مگر ایسا (یعنی وقف تام یا استراحت) اسی صورت میں سمجھا جائے گا جبکہ وہ مقام فاصلہ کا نہ ہو۔ اسی طرح وصل کرنا کہ وہ مقام فاصلہ ہو مگر وقف تام کے لیے اس کو وصل کردیا۔ اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس کلمہ پر فاصلہ ہے یا نہیں اس بات کی تعیین/اجتہاد کے ذریعے کی جاتی ہے۔

قیاس کسے کہتے ہیں اس سے متعلق علامہ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فهو ما ألحق من المحتمل غير المنصوص بالمنصوص لمناسب، ولا محذور في ذلك لأنه لا زيادة فيه ولا نقصان وإنما غايته أنه محل وصل أو فصل"

[حديقة الزهر فی عد آي السور (مخطوطه):۲۲]

''قیاس یہ ہے کہ جو احتمال غیر منصوص کسی مناسب امر کی وجہ سے منصوص کے ساتھ لاحق کردیا گیا ہو وہ بھی فاصلہ مانا جائے گا اور اس بات میں کوئی خرابی نہیں ہے اس میں کوئی کمی اور بیشی نہیں ہوتی اور اس کی غرض و غایت محض اس کا محل وصل یا محل فصل ہونا ہے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ وقف ہر کلمہ پر الگ الگ بھی جائز ہے اور تمام قرآن کا وصل کرنا بھی جائز ہے لہٰذا قیاس اس بات کا محتاج ہے کہ وہ فاصلہ کی معرفت کا کوئی طریقہ معلوم کرے۔

[الاتقان فی علوم القرآن:۲/۲۶۹]

قائلین قیاسی کے دلائل

قائلین قیاسی کی رائے ہے کہ اس علم کا بہت بڑا حصہ تو ایسا ہے جو توقیفی ہے۔ لیکن ایک قلیل حصہ قیاسی بھی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کچھ جزئیات منقول ہیں۔ ان سے قواعد کلیہ مستنبط کیے گئے اور انہی کی طرف جزئیات بھی لوٹا دی گئی ہیں۔ جن کے بارے میں نص نہیں آئی۔ قائلین قیاسی کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

① جب حضرت اعمش رحمہ اللہ تابعی سے امام حمزہ رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ آپ نے ﴿إِلَّا خَآئِفِينَ﴾ [البقرہ:۱۱۴/۲] پر آیت شمار نہیں کی تو اس کے جواب میں اعمش رحمہ اللہ نے یہ دلیل بیان کی کہ ہماری قراءۃ میں ﴿خَآئِفِينَ﴾ کے بجائے ﴿خیفاً﴾ ہے۔[البیان فی عدآی القرآن:۱۰۹]

مقصد یہ تھا کہ اس قراءت کی رُو سے یہ کلمہ پہلی اور بعد والی آیتوں کے شکل اور ان کے وزن پر نہیں حالانکہ قرآن مجید کی اکثر آیتیں شکل و وزن میں متحد ہو کر آئی ہیں۔ اس کے اپنی ماقبل اور مابعد آیات سے شکل و وزن میں متحد نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اعمش رحمہ اللہ نے اس پر آیت شمار نہیں کی۔

قاری فتح محمد کا کہنا ہے کہ علامہ دانی رحمہ اللہ کی اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

① آیات کے بارے میں مُشاکلہ اور تناسب والا قاعدہ معتبر بھی ہے اور اماموں نے اس کو استعمال بھی کیا ہے۔

② جن کلمات پر آیت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نص و روایت نہ آئی ہو ان میں اجتہاد کر لینا اور اس کے ذریعہ سے ان کا حکم معلوم کر لینا صحیح اور درست ہے۔[کاشف العسر:۱۳۶]

ابو ایوب انصاری امام اعمش رحمہ اللہ اور امام حمزہ رحمہ اللہ کے قول سے متعلق فرماتے ہیں:

''آیات کے بارے میں اجتہاد کے جائز اور صحیح ہونے کی ایک دلیل وہ بھی ہے جس کو اعمش رحمہ اللہ نے ﴿خَآئِفِينَ﴾ پر آیت شمار نہ کرنے کے بارے میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں ہماری قراءۃ ﴿خیفاً﴾ ہے۔ اس کی رُو سے یہاں مشاکلہ اور موازنہ کا قاعدہ معدوم ہے اس لیے ہم نے اس کو آیت کا آخری سر شمار نہیں کیا اور اس ارشاد کی بنیاد اس اجتہاد پر ہے جس میں کسی طرح بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے۔''[لوامع البدر:۹۱]

② آیات کی تمام جزئیات کے بارے میں نصوص نہیں آئیں (یہ رائے ابن عبدالکافی، علامہ دانی رحمہ اللہ اور امام شاطبی رحمہ اللہ وغیرہم کی ہے)۔[مرشد الخلان:۲۰]

③ شمار میں اماموں کا اختلاف ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہنا ظاہر کے خلاف ہے کہ آیات کا اختلاف قراءۃ کی وجوہ کے اختلاف کی طرح ہے اس لیے کہ قراءت کی وجوہ اُمت پر آسانی اور مہربانی فرمانے کے لیے نازل ہوئی ہیں اور شمار کا یہ حال نہیں ہے۔[کاشف العسر:۱۳۶]

قاری فتح محمد فرماتے ہیں:

''آیات کے بعض مواقعوں کا اجتہاد سے ثابت ہونا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لیے کہ اس سے قرآن مجید میں نہ کوئی زیادتی لازم آتی ہے اور نہ کمی بلکہ اس علم کے تمام مسائل وصل و فصل کے مقامات کی تعیین کے لیے ہیں۔''
[کاشف العسر:۱۴۰]

قائلین توقیفی اور قیاسی کے نقطۂ نظر میں تطبیق

قائلین توقیفی اور قیاسی کے نقطۂ نظر میں تطبیق بیان کرتے ہوئے عبدالرزاق علی ابراہیم موسیٰ فرماتے ہیں:

''إن هذا العلم بعضه ثبت بالنص وهو العظم وبعضه ثبت بالإجتهاد ولكن لما كان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الإجتهاد في هذا العلم هو رد الجزئيات التي لم ينص عليها إلى ما نص عليه منها، صح أن يقال: إن هذا العلم نقلي ." [مرشد الخلان:۲۱]

''اس علم کا بعض حصہ نص سے ثابت ہے جو بہت زیادہ ہے اور بعض حصہ اجتہاد سے ثابت ہے۔ اس علم میں اجتہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان جزئیات کو جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی ہے، ان جزئیات کی طرف لوٹانا جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ علم نقلی ہے۔''

قاری فتح محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس علم (یعنی علم الفواصل) کے دو حصے ہیں:

1. وہ جو نص اور روایت سے ثابت ہے اور یہ اکثر ہے۔
2. وہ جو اجتہاد کے ذریعے حاصل ہوا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جن جزئیات کے بارے میں نص اور روایت نہیں آئی ان کو ان جزئیات کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جن کے بارے میں نص موجود ہے اور ان ہی سے غیر منصوص جزئیات کا حکم بھی نکال لیا جائے۔ پس چونکہ بغیر نص والی جزئیات کا حکم بھی نص والی جزئیات ہی سے نکالا جاتا ہے اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ علم پورے کا پورا توقیفی اور نقلی ہے۔[کاشف العسر:۷۰-۷۱]

قاری صاحب اس سے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ آیات کے شمار میں اختلاف سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیات کے شمار توقیفی اور نبیﷺ کے بتائے ہوئے نہ ہوں کیونکہ یہ اختلاف مشاکلہ اور تناسب کی وجہ سے ہے۔ یہ دونوں قاعدے بھی فن کے علماء نے اُن آیات سے نکالے ہیں جن پر آیت ہونے کے بارے میں نص و روایت موجود ہے۔ پس ان آیات سے یہ دو قاعدے نکال کر اُن میں بھی جاری کر دیئے جن کے بارے میں نص و روایت نہیں تھی اور اس ذریعہ سے ان غیر نص والی آیات کو بھی وہی حکم دے دیا جو نص والی آ کا تھا اور وہ حکم یہ تھا کہ ان پر آیت ہے۔ پس اسی طرح غیر نص والی آیات پر بھی یہی حکم لگا دیا کہ ان پر بھی آیت ہے چونکہ یہ حکم مشاکلہ اور تناسب کے ذریعہ لگایا گیا ہے اور یہ دونوں نص والی آیات سے مستنبط ہیں اس بناء پر گویا وہ بغیر نص والی آیات بھی نص والی آیات ہی سے لی گئی ہیں اور اس طرح سب آیات توقیفی ہو گئیں۔[ایضاً:۱۳۸]

حاصل کلام یہ ہے کہ آیات کے فواصل کے شمار میں جو اختلاف ہے اس سے یہ بات ہرگز نہیں نکلتی کہ یہ تمام اجتہادی/ قیاسی ہیں۔ اس علم میں جو توقیف ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کے الفاظ اور اس کی آیات اور ان کا شمار یہ تینوں چیزیں خود نبی کریمﷺ سے سنی ہیں اور یہ اختلاف و اجتہاد توقیف کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی کریمﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آیات کی تعلیم ان کے رؤس پر وقف کرنے کے ذریعے دی۔ جن رؤس پر آپﷺ نے ہمیشہ وقف کیا ان پر سب آئمہ کے نزدیک فواصل ہیں اور جن پر ہمیشہ وصل کیا اُن پر اجماعاً فواصل نہیں۔ آئمہ کے مابین اختلاف اصل میں ان رؤس کے بارے میں ہوا جن پر ایک مرتبہ آپﷺ نے وقف کیا اور دوسری مرتبہ وصل۔ اب آپﷺ کے اس وقف اور وصل میں اختلاف ہوا کہ آپﷺ نے وقف فاصلہ کی تعلیم کے لیے کیا تھا یا وقف تام یا استراحت کے لیے؟ اسی طرح وصل کہ اُس پر فاصلہ تھا، جبکہ آپﷺ نے وقف تام کی وجہ سے وصل کیا۔ اس اختلاف کی بناء پر آئمہ میں اختلاف واقع ہوا کہ ان آیات کے رؤس پر فواصل ہیں یا نہیں۔

آپﷺ کے وقف و وصل کی تین صورتیں ہیں:

1. وہ کلمات جن پر آپﷺ نے ہمیشہ وقف کیا ہے ان پر اجماعاً فاصلہ کا اطلاق ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ وہ کلمات جن میں ہمیشہ وصل کیا ہے یہ اجماعاً متروک ہیں۔

❸ وہ کلمات جن پر کبھی وقف کیا ہے اور کبھی ان کو وصل سے پڑھا ہے اس قسم میں اختلاف ہے۔

اس تیسری صورت کے وقف میں پھر تین طرح کے احتمالات ہیں:

① اس لیے کہ یہ آیت کا آخری سرا ہے۔

② اس لیے کہ آگے پڑھنے کے لیے سانس میں قوت آ جائے۔

③ وقف کا طریقہ بتلانے کے لیے ہو کہ کسی حرف پر وقف کس طرح کیا جاتا ہے۔ مثلاً وقف میں حرکت والے حرف کو ساکن اور تاء تانیث سے بدل دیتے ہیں وغیرہ۔

جس طرح تیسری صورت کے وقف میں احتمالات ہیں اسی طرح وصل میں بھی دو احتمالات ہیں:

① یہ بتانے کے لیے ہو کہ یہ آیت کا آخری سرا نہیں ہے۔

② اس لیے ہو کہ آیت کا آخری سرا تو ہے لیکن پہلی بار جو وقف کیا تھا وہ رؤوس کی تعلیم کے لیے تھا۔ پھر جب آپ ﷺ اس سے مطمئن ہو گئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر فاصلہ کو پوری طرح سمجھ لیا ہے تو پھر وصل کر دیا۔

پس ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس پر آیت ہے یا نہیں اور ان احتمالات میں یہ فیصلہ کرنا کہ اس پر فاصلہ ہے یا نہیں اجتہاد رقیاس ہی سے ممکن ہے۔ آیات کے رؤوس ایسے ہیں کہ وہ نہ تو کلی اجتہادی ہیں اور نہ کلی توقیفی۔ آیات کے رؤوس کا ایک بہت بڑا حصہ جس کی تعداد تقریباً چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) بنتی ہے ایسے ہیں کہ اُن پر سب کا اتفاق ہے جبکہ کل آیات چھ ہزار دوسو (۶۲۰۰) سے کچھ زائد ہیں ان اختلافی رؤوس سے عددی لحاظ سے کوئی نسبت حاصل نہیں۔ آئمہ کرام نے ان اختلافی رؤوس کی تعیین کے لیے ان آیات سے جن کے رؤوس کی بابت نص وارد ہوئی ہے، کچھ قواعد مرتب کیے اور پھر ان قواعد کی روشنی میں اختلافی رؤوس کی تعیین ممکن بنائی۔ یہ قواعد انہوں نے چونکہ نص والی آیات سے اخذ کیے تھے اس لیے یہ جزئیات رقواعد ان کلیات رنص والی آیات کا حصہ بن گئے۔ اس طرح یہ علم سارے کا سارا نقلی کہلانے لگا۔

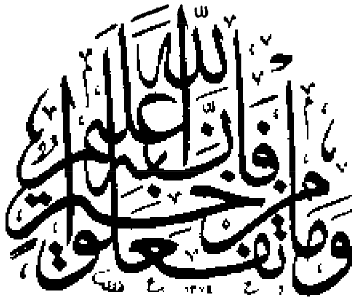

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ